رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۶

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایکدن محبوب میرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا — دکھاؤں گا دورِ اس مہ سے اندھیرا
فسبحان الذی اخزی الاعادی — بشارت کیا ہے اک دل کی غذا ہے

پہلا ہفتہ وار اخبار جو ہر جمعرات کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایڈیٹر و پروپرائیٹر ایم قاسمی بی اے

جلد ۳ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۸ء | نمبر ۴۸

سلسلہ کی خبریں

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ظہر پھیرو چیچی کی جانب برلب دریا تشریف لے گئے اور کو واپس تشریف لے آئے۔ (ب) حضور کی صحت میں ترقی ہو رہی ہے۔ مگر ابھی کلی صحت نہیں۔ چنانچہ گذشتہ پنجشنبہ نماز پڑھانے کیلئے تشریف نہیں لا سکے۔ البتہ جمعہ خود پڑھایا فالحمد للہ۔

۲۔ **بارہ وفات**۔ باہر کے اخباروں میں ان مجالس مولود کا ذکر ہے۔ جو کلمہ گوؤں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات یا ولادت کی تقریب پر منعقد کیں الحمد للہ کہ دار الامان ان بدعات سے پاک ہے۔ یہاں نہ کوئی مجلس قائم ہوئی نہ جلسہ۔ بلکہ اس بات کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔ کہ آج کوئی تقریب ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ دن کبھی نہیں منایا گیا۔ نہ کسی نے چراغاں کیا۔ مدرسہ احمدیہ یا ہائی سکول میں رخصت بھی نہیں ہوئی۔ تعجب ہے۔ کہ علماء فرنگی محل (لکھنؤ) بھی اس بدعت میں پیش پیش ہیں۔

۳۔ **قادیان میں دیانند سکول**۔ آریہ گزٹ لاہور لکھتا ہے۔ کہ قادیان میں دیانند اینگلو ویدک سکول قائم کرنے کے لئے ۴۳ کنال زمین خرید لی گئی ہے۔ اور دیانند کالج کمیٹی کے پاس سکول جاری کرنے کے لئے درخواست پہونچ چکی ہے۔ قادیان کے لالہ ہیرا نند۔ لالہ لال چند لالہ کرم چند (کہ تینوں صاحبان آج کل شاہدرہ میں رہتے ہیں) نے دس ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے ؛

۴۔ ہمعصر الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء رادی ہے کہ صدر انجمن اور ترقی اسلام کے صیغہ جات کے انتظام کے متعلق بعض نئی تجاویز پر غور ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ وہ بعض نئی تجاویز جب مکمل ہو جائینگی۔ تو ان کی تفصیل اطلاع عام کے لئے شائع ہو جائیگی۔

۵۔ موسم سردی بڑھتی جاتی ہے۔

۶۔ ناظرین یہ سنکر بہت متاسف ہونگے کہ ہمارے نامہ نگار خصوصی شیخ غلام غوث صاحب مولوی عالم جو مکرم شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے بھائی تھے۔ ۱۴ دسمبر نماز ظہر کے وقت فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ابھی نوجوان تھا اور مخلص احمدی۔ شیعہ کی تردید کا خاص جوش تھا۔ اس سال مولوی فاضل کا امتحان دینے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ شیخ صاحب اور انکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خاندان سے ہمدردی ہے۔ مرحوم کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے ہم کسی شیعہ طالب حق نادار کے نام فاروق ایک سال کے لئے مفت جاری کرنا چاہتے ہیں۔

۷۔ امید کی جاتی ہے کہ بعض احباب جو صرف ایام کرسمس ہی میں دارالامان آنے کا موقعہ پا سکتے ہیں۔ تشریف لائینگے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی صحبت سے فائدہ اٹھائینگے ۔

احمدیہ ڈائرکٹری

اسکے متعلق احباب کی خدمت میں پھر تاکیداً عرض ہے کہ وہ بہت جلد اپنے اسمار گرامی اس ڈائرکٹری میں درج کرنے کے واسطے دفتر فاروق میں ارسال کریں۔ اور ۸ر فیس اندراج نام ساتھ بھیجدیں۔ اس فیس میں نام بھی درج ہو جائے گا۔ اور کتاب مذکور بھی مفت ملیگی۔ مفید اور نفع کا سودا ہے۔ ہاتھوں ہاتھ لے لو۔ مندرجہ ذیل اُمور لکھ کر معہ فیس ارسال کریں۔

پورا نام۔ مفصل پتہ معہ ڈاک خانہ و ضلع۔ کس ماہ یا سنہ میں بیعت کی۔ بیعت کر کے مسیح موعود کو کیا یا نہیں اسوقت کیا کام کرتے ہیں۔ خواندہ یا ناخواندہ اگر خواندہ ہیں تو دینی یا دنیوی تعلیم کیا ہے۔

کن احمدی اخبارات کے خریدار ہیں۔

ہر ایک احمدی دوست اس ڈائرکٹری کی تکمیل میں کوشش کر کے نام معہ فیس بھیجے ۔

فاروق کی تیسری بار گذارش

اس سے پہلے دو مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے کہ سال آئندہ کے لئے فاروق مورخہ ۹ر جنوری ۱۹۱۹ء سرپرستان فاروق کے نام سالانہ چندہ کا اور ہمدردان فاروق کے نام بجائے سہ ماہی کے ششماہی اعلیٰ کا وی پی ارسال ہو گا۔ اب میری بار گذارش ہے۔ کہ جن احباب کے نام ہمیشہ سالانہ چندہ کا وی پی ہوا کرتا ہے۔ انکے نام سالانہ چندہ کے لئے اور جو دوست سہ ماہی وار ایک روپیہ بھیجا کرتے ہیں۔ انکے نام بجائے سہ ماہی کے ششماہی عا روپے کا وی پی جاری ہو گا۔ اس لئے کہ کاغذ خرید تا ہے۔ امید ہے کوئی سرپرست و ہمدرد وی پی واپس کر کے محصولڈاک کا نقصان نہ دینگے۔ اور اگر کوئی دوست اسوقت وی پی لینے کے واسطے طیار نہوں۔ تو ۹ر جنوری ۱۹۱۹ء سے قبل ایک پیسہ کا خرچ گوارا فرما کر دفتر فاروق میں اطلاع دیں کہ کس ماہ میں ان کے نام وی پی کیا جائے اور جن اصحاب کے ذمہ ۱۹۱۸ء کا بقایا ہے۔ انکے نام صرف بقایا کا وی پی ہو گا۔ اور آئندہ کے لئے ایک ماہ بعد یا جب وہ نکہیں۔ تب وی پی کیا جائیگا اسکے بعد اب کوئی اطلاع نہ دیجائیگی۔ کیونکہ سال رواں کا یہی آخری پرچہ ہے۔ اب انشاء اللہ سال جدید کا پرچہ نکلیگا۔ جو وی پی بھیجا جائیگا

توسیع اشاعت

نئے سال کے لئے ہمارے مخلص دوست کوئی خریدار بھی عطا فرماویں۔ کیونکہ جب وی پی جاری ہونگے۔ تب ضرور ہی بعض اصحاب باوجود تین دفعہ اطلاع دینے کے بھی وی پی واپس کر دینگے اور پھر اگر ان کو لکھا جاوے۔ تو جواب بھی نہ دینگے مجبوراً پرچہ ان کے نام سے بند کر دینا پڑیگا۔ اسطرح بہت سے موجودہ خریداروں میں سے کم ہو جائینگے۔ اسلئے ضروری ہے کہ نئے خریدار پیدا کر کے نہ صرف اس کمی کو ہی پورا کیا جائے بلکہ فاروق کی اشاعت کم از کم پانسو تو کر دیں اسوقت تو چار سو ہے۔ جنمیں سے ضرور نئے سال پر کسیقدر خارج ہو جائینگے ۔

فتح برطانیہ کی خوشی میں رعایت

فتح برطانیہ اور جرمن نخست کی خوشی میں فاروق بک ایجنسی کی مندرجہ ذیل کتابیں ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۸ء تک نصف قیمت پر دی جائینگی۔ اور ہندوستان سے باہر والوں کو ۳۱ر جنوری ۱۹۱۹ء تک یہ رعایت ملیگی۔

خلافت محمود و مصلح موعود ۸ر تصدیق کلام ربانی ۸ر
علمائے حال کے دس سوالات کا جواب۔ ۸ر
ہدیہ قاسم ار۔ علمائے خلف یعنی اس زمانہ کے علماء کا فوٹو ۸ر
مباحثہ مونگھیر احمدیاں و غیر احمدیاں ہر دو حصہ ۸ر
اخبار فاروق ۱۹۱۶ء کا مکمل فائل نایاب ہے ر
" " ۱۹۱۷ء " " ے ر
" " ۱۹۱۸ء " " للعہ ر
ختم نبوت کی حقیقت ۸ر۔ شدھی کی اشدھی ۶ر
ثنائی ہرزہ درائی ۲ر۔ عبرت مستورات کے پڑھنے کے قابل ۸ر
ثنائی چکر ۳ر۔ ثنائی فرار اور مباہلہ سے انکار ۳ر
چودھویں صدی کا امرتسری یہودی ۲ر۔ کلام الامام ۰ر
فیصلہ الٰہی اور ثنائی رو سیاہی ۳ر۔ قال اللہ ۲ر
فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی ۳ر۔ اصلاح البشر ۲ر
صادق کلمات بجواب ثنائی ہفوات ۴ر۔
قول الحق رد آریہ سماج ۲ر۔ پیام پارٹی کا ارتداد ۰ر
ایک مسلمان کا پیغام سکھوں کے نام ۲ر ۰
ازہاق الباطل بجواب مولوی محمد علی ایم اے ۲ر
گوشت خوری ۲ر۔ التنبوۃ فی خیر الامۃ ۴ر
آئینہ حق نما بجواب الہامات مرزا ۱۳ر۔ علاج برص ار
گائے کی عظمت پر تحقیقی نظر۔ ار۔
دھرم پال کا کچا چٹھا ار۔

ان کتابوں کی اصلی قیمتیں درج کی گئی ہیں۔ ان کا نصف لیا جائیگا۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

ملنے کا پتہ۔ مینجر فاروق بک ایجنسی قادیان (گورداسپور)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار فاروق

قادیان دارالامان - ۲۶ - دسمبر ۱۹۱۸ء

سلسلہ احمدیہ کی فتح

مسئلہ وفات و نزول مسیح میں

فوج اعوج کی تاریکی جب انتہاء کو پہونچ گئی - تو بدر امامت نے شرق ہدایت سے طلوع کیا - اور اسکی روشنی میں سب نشیب و فراز سائل دیکھا - ہم پر ثابت ہوا کہ باوجود دعوے اسلام - حیات مسیح کا قائل ہونا اسے اب تک لایزال ولایحول آسمان پر حی و قائم مانتا ایک شرک ہے - اور بنی اسرائیل کے نبی کو امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ آنا نبیوں کے سردار - رسولوں کے خاتم - احمد مختار کی ہتک ہے یہ عقیدہ صحیحہ جسمیں اسلام کی رفعت و عزت ہے - دوسرے مذاہب والے تو درکنار خود ہمارے کلمہ گو بھائیوں کو بھی پسند نہ آیا - اور وہ طوفان بے تمیزی اٹھایا کہ الامان والحذر - لیکن خدا کا شکر ہے کہ خدا کے مامور کی مساعی اور دعاہائے شبانہ نے مطلع صاف کر دیا - اور اب خود انہی (غیر احمدیوں) کے پیشوا اور علماء اس مسئلہ پر غور کرنے لگے - اور ان دلائل کو لاجواب سمجھ رہے ہیں - جن کی تردید میں بعض نادان برخود غلط انسان لگے رہے - آیت ان من اھل الکتب الا لیومنن بہ قبل موتہ سے حیات مسیح اور آمد ثانی بجسدہ العنصری ثابت کرتے تھے یہ معنے کرکے کہ ہر ایک اہل کتاب مسیح پر مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائے گا - حالانکہ یہ معنے دوسری آیات کے قطعاً خلاف تھے - چنانچہ ان تمام مفاسد کو جناب ڈاکٹر صادق علی صاحب کپورتھلہ نے محسوس کیا ہے - اور مفصلہ ذیل مضمون رسالہ معارف میں چھپوایا ہے جو مجلس دارالمصنفین کا ایک مشہور علمی رسالہ ہے - اور سید سلیمان ندوی ایسے عالم متبحر کی ادارت میں شائع ہوتا ہے - اور وہ یہ ہے :-

"محترم علمائے اسلام اور اہل شغف افاضل اعلام کی خدمت میں مودبانہ استفسار کیا جاتا ہے - امور ذیل کے بارہ میں جو اس آیہ کریمہ سے تعلق رکھتے ہیں

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم ورسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً - وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً -

اور یہود کے یہ کہنے کے باعث کہ ہمنے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو مار ڈالا - حالانکہ نہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا - اور نہ صلیب پر چڑھا کر مارا - لیکن ان کے لئے ظاہری صورت اس اشتباہ کی بنا دیگئی تھی - اور جن لوگوں نے مسیح کی موت کے بارہ میں اختلاف کیا ہے - وہ اس بارہ میں شک میں تھے - ان کو واقعی علم نہ تھا - محض گمان کی پیروی کرتے تھے - انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا - بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا تھا - اور بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے - اور ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح پر ضرور ایمان لائیگا - (۲) یا ہر ایک اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے مسیح پر ضرور ایمان (۳) لائیگا - ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت محمد پر ضرور ایمان لائے گا - اور قیامت کے دن مسیح ان کے خلاف شہادت دینگے -

آخری آیت میں جو غائب کی دو ضمیریں بہ اور قبل موتہ میں وارد ہیں - گذشتہ تمام مفسرین رحمہم اللہ اس میں تین قول رکھتے ہیں :-

(۱) اپنی موت اور مسیح پر ایمان -

(۲) مسیح کی موت اور مسیح پر ایمان -

(۳) اپنی موت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان -

لیکن انصاف سے غور کیا جائے - تو ان تینوں معنوں سے تسکین نہیں ہوتی - قول اول کا ثبوت کسی آیت و حدیث سے نہیں ملتا - احادیث میں ملک الموت اور منکر و نکیر کے حالات مذکور ہیں - ان میں مسیح علیہ السلام کی نسبت سوال کرنے کا ذکر نہیں نہ قرآن کریم کے کسی مقام سے ایسا مستبادر ہوتا ہے - حالانکہ جو واقعات فہم انسانی سے بالاتر ہوں - ان کو تفسیر میں داخل کرنے کے لئے نص صریح کی ضرورت ہے - اور نیز اگر یہود و نصاریٰ حالت نزع میں مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آتے ہوں تو اس ایمان بائس سے نہ ان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ دوسروں کو اس سے عبرت - قول دوم - اسلئے تسکین نہیں دیتا کہ آیت میں ذکر تمام اہل کتاب کا ہے لیکن مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے پر صرف وہی اہل کتاب ایمان لاسکیں گے - جو اسوقت موجود ہونگے نہ کہ تمام گذشتہ قرنہائے دراز کے تمام اہل کتاب - قول سوم - یعنی جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو ضمیر بہ کا مرجع قرار دینا خود مفسرین کی رائے میں ضعیف ہے - اور آیات ماقبل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی نہیں -

ان تفاسیر سے یک سو ہو کر آیات مذکورہ میں اور طرح بھی غور ہو سکتا ہے - تاریخی واقعہ ہے کہ اگرچہ یہود نے اپنے خیال میں مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر اپنا دل ٹھنڈا کیا - اور حواریان مسیح رنجیدہ ہوئے مگر جس شکل میں یہ واقعہ پیش آیا - اس نے اسوقت کے یہود و نصاریٰ دونوں فریق کو مصلوب ہونے کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقعہ میں بہت متردد کر دیا تھا۔ لیکن بعد میں ایک طرف یہود کا یہ خیال پختہ ہوتا گیا کہ مسیح مصلوب ہوئے۔ اور جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے۔ کیونکہ تورات میں ایک جگہ صلیب کی موت کو ملعونوں کی موت کہا ہے۔ اسلئے انہوں نے یقین کر لیا کہ مسیح سچے نبی نہ تھے۔ ورنہ ملعونوں کی موت نہ مرتے۔ دوسری جانب نصاریٰ جو قریب زمانہ مسیح علیہ السلام گذرے ہیں ان کا عقیدہ اسبارہ میں معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ چوتھی یا پانچویں صدی مسیحی سے قریباً تمام نصاریٰ نے تسلیم کیا ہے کہ مسیح صلیب پر فوت ہوئے۔ اور تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ اگرچہ بعض غیر معتبر فرقے کچھ عرصہ تک اس بارہ میں اختلاف بھی کرتے رہے۔ لیکن عیسائیوں کے نزدیک مسیح کے صلیب پر فوت ہونے اور دوبارہ زندگی پانے کا عقیدہ جزو ایمان اور مدار عیسائیت قرار پا گیا ہے۔ اور اس طرح پر امر واقعہ ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ تمام اہل کتاب مسیح کے صلیب پر فوت ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ اور جب تک اس مذہب پر قائم ہیں رکھتے رہینگے۔ آیات مذکورہ میں اہل کتاب کے اسی عقیدہ کا ذکر اور اسکی تغلیط ہے۔ پہلی آیت میں پہلے واقعہ کا ذکر ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ان کو مسیح کے مصلوب ہونے کا محض وہم کا ہوا ہے۔ اور اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ ہمنے مسیح کو قتل کیا۔ مگر درحقیقت اس زمانہ والوں کے دل خود اسبارہ میں متردد تھے۔ اور وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ اسکے بعد بوضاحت معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیندہ آیت میں دوسرے امر واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے پہلے مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر یقین رکھتے چلے جائینگے۔ مگر قیامت کے دن ان کو اپنی غلطی معلوم ہوگی۔ جبکہ مسیح علیہ السلام انکے خلاف شہادت دینگے۔ اور اپنے مصلوب ہونے سے ابا کرینگے۔

اس تفسیر کی رو سے بہ کی ضمیر واقعہ مصلوبیت و قتل کی جانب راجع ہوتی ہے۔ جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ میں ھو کی ضمیر عدل کی جانب رجوع کرتی ہے۔ اور اس تفسیر کے مطابق آیت میں دونوں واقعات تاریخی مذکور ہوتے ہیں یعنے واقعہ مشتبہ الثبوت ہونا اور پھر اسپر سب کا بالاتفاق یقین کر لینا اور یوم القیٰمۃ یکون علیھم شھیدا میں علیٰ کا لفظ اسی تفسیر کا قرینہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اہل کتاب کسی غلط اعتقاد پر متفق رہینگے جسکے خلاف مسیح شہادت دینگے۔ اور وہ مسیح کے مصلوب ہونے کا اعتقاد ہی ہو سکتا ہے۔ نہ مسیح کے نبی ہونیکا کیونکہ نبی ہونے کے خلاف شہادت دینے کے کوئی معنی نہیں۔

اب استفسار یہ ہے کہ آیا یہ تفسیر مناسب اور پسندیدگی کے قابل ہے یا نہیں؟ اور آیا روایات ماثورہ موجود نہ ہونے کی صورت میں بہ کی ضمیر کو عقیدہ مصلوبیت کی جانب راجع سمجھنا صحیح ہوگا یا نہیں اور آیا ایسی تفسیر تفسیر بالرائے کے الزام پر مردود ہونی چاہیئے یا مقبول۔ جو صاحب جواب تحریر فرمائیں نہایت ادب سے گذارش ہے کہ اپنی دلائل بوضاحت و تفصیل بیان فرمائیں" ٭

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی بیچارا زار

یہ پیشگوئی ہے جو خدا کے برگزیدہ مسیحؑ نے آج سے تیرہ سال پیشتر فرمائی۔ اسکی تفصیل کئی بار فاروق میں چھپ چکی ہے۔ اب سابق زار روس کے متعلق آخری خبر پہونچی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ کر لیں تا واضح ہو کہ یہ پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی۔

سابق زار اور اُن کے اہل و عیال کا قتل

ایمسٹرڈم ۵ دسمبر۔ برلن سے آیا ہوا ایک تازہ تار مظہر ہے کہ اخبارات خفیف زار سابق کے خاندان کے بالشویکوں کے ہاتھوں سے قتل کئے جانے کی تفصیلات شائع کر رہے ہیں۔ جو ایک خانقاہ واقع اکاٹرن برگ میں ۱۷ جولائی کو وقوع میں آیا۔ وہ ایک حجرہ سے باہر لائے گئے۔ اور ایک دیوار کے بالمقابل صف باندھ کر کھڑے کئے گئے۔ اور پے در پے ان کو نشانہ بنا دیا گیا۔ زار کی آخری التجا یہ تھی کہ بیمار زارینہ کی آغوش میں دم توڑے یہ التجا منظور کر لی گئی۔ گرینڈ ڈچز ٹاٹیانہ صرف زخمی ہوئی تھی۔ مگر اسکو بندوق کے کندے سے ہلاک کر ڈالا گیا۔ نعشوں کو اکاٹرن برگ کی حوالی میں دفن کر دیا گیا ٭

از تازہ افکار حضرت علمی

چمکا مرا نصیبا شب میں نے خواب دیکھا
دلبر کے روئے روشن کو بے حجاب دیکھا
مشتاق چشم علمی ہر صاحب نظر ہے
جس نے کہ عین شب میں آج آفتاب دیکھا

شان خدا نے جلوہ دکھایا الحمد للہ الحمد للہ
نور محمدؐ۔ احمدؐ میں آیا الحمد للہ الحمد للہ
دنیا میں جسکے سب منتظر تھے۔ تھا اہل عالم مشتاق جسکے
وہ آنے والا اب ہم میں آیا الحمد للہ الحمد للہ
قائم کیا پھر دین خدائی۔ شان محمدؐ ہمکو دکھائی
گرتے ہوؤں کو آکر اٹھایا الحمد للہ الحمد للہ
جلوے نئے ہیں شانیں نرالی۔ تربیتی ہیں منصب ہیں عالی
وہ حق کا مرسل تشریف لایا الحمد للہ الحمد للہ
پیغام باری ہم کو سنایا دل کو لبھایا اپنا بنایا
یوں قادیاں میں جلوہ دکھایا الحمد للہ الحمد للہ
ہے اسپہ مائل حق شمائل حاصل ہیں اسکو سچے دلائل
زندہ نشان بھی وہ ساتھ لایا الحمد للہ الحمد للہ
شان الٰہی۔ ظل محمدؐ مہدی و عیسیٰ احمدؐ امجد
اُسنے ہمیں بھی زندہ بنایا الحمد للہ الحمد للہ
قرآں نے دی ہے جسکی شہادت لائی حدیثیں جسکی بشارت
تھا جس کا وعدہ وہ ہمنے پایا الحمد للہ الحمد للہ
پیارے نبی کی سچی اطاعت یہ احمدیت تیری نعمت
کہتا ہے علمی بار خدایا الحمد للہ الحمد للہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اظہار حق

میں احمدی کیوں ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہٗ ونصلی علیٰ سیدنا محمد رسولہ الکریم والسلام علیٰ المسیح الموعود۔ ابتدائے تخلیق عالم سے اس خدائے لایزال ولم یزل نے ہماری ہر اک قسم کی زندگی کے لئے اسباب مہیا فرمائے۔ اور یہ محض اسکی رحمانیت کا ہی ایک ظہور تھا نہ کہ ہمارے افعال مستحسنہ اور نیک کوششوں کا نتیجہ۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جب ہم ان اسباب جمیلہ پر ایک سرسری ہی نظر ڈالتے ہیں۔ تو ناچار دل اور زبان سے اسکی حمد وثنا ہی نکلتی ہے۔ مشاہدہ اسپر شاہد ہے کہ ہماری طبعی زندگی اور قیام دنیا کے لئے اُسنے کیا کچھ بنایا۔ اور امم عتیقہ کی تاریخ اسپر گواہ ہے کہ اس نے ہماری روحانی زندگی کے لئے ہم پر کیا کیا احسانات کئے۔ اُس رب ذوالمنن کے تمام کام چند قوانین (جو کہ اسکے اپنے وضع کئے ہوئے ہیں) کے تحت میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور ہوتے رہینگے۔ اور اپنے موضوعہ قوانین کے متعلق اس کا اپنا یہی فیصلہ ہے۔ کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً۔

ملل ماضیہ کے حالات پڑھنے اور ان سے صحیح طور پر نتائج اخذ کرنے سے ہمیں ایک وقوعۂ قدرت کو اس کے حقیقی معنوں میں "سچ یا جھوٹ پر حمل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ماضی اور مستقبل کا تعلق تو قدرت نے خود قائم کر دیا۔ اب ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جب استقبال نے بھی ایک دن ماضی میں ملنا ہے۔ تو ایک کو دوسرے کی قوانین قدرت کی مناسب حدود کے اندر تفسیر کیوں نہ قرار دیا جائے۔ ایک عرب شاعر نے اسی خیال کو کیسے سادہ لفظوں میں ادا کیا ہے۔

وما زالت الدنیا تری الناس ظاھراً
لھا شاھدا منھا یدل علیٰ غیب

قوانین قدرت یا سنت اللہ میں سے ایک یہ بھی اسکی سنت چلی آئی ہے کہ جب کبھی دنیا نفسانیت کی ظلمت اور بداعمالی اور بدکرداری کی عمیق گہرائیوں میں گر گئی۔ اور لوگ وما خلقنا الانس والجن الا لیعبدون کے مدعائے اصلی کو بھول گئے تو اس کی رحمانیت جوش میں آئی۔ اور انکو اپنے مرسلوں اور فرستادوں کے ذریعہ سے اس ظلمت اور ان گہرائیوں سے نکالکر صراط مستقیم پر چلایا۔ چنانچہ آدم سے لیکر آج تک جس قدر رسل گذرے ہیں۔ وہ محض اسی مشن کے لئے دنیا میں مبعوث کئے گئے۔ اور انہوں نے واعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ سو مبارک ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے ان بندگان خدا کا وقت پایا۔ اور پھر ان کا یہ کہا مانا۔ کیونکہ ان کا کہا ماننا تو فی الحقیقت خدا کا ہی کہا ماننا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تو خداوند تعالیٰ سے ہی وحی پاکر ہم تک پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا بہرحال شاکر ہونا چاہیئے۔ خاص کر جب اس نے ہمیں اس رسول عربی فداہ امی وابی کی امت میں سے ہونے کا فخر بخشا اور پھر اس مصلح اعظم کا وقت مبارک نصیب فرمایا۔ کہ جس کے متعلق تمام فرستادگان الٰہی خبر دیتے چلے آئے۔ اور پھر ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اگر وہ اس کا عہد سعید پائیں۔ تو اس مصلح اعظم کو بلغوا منی علیہ السلام کے تحفہ کے پہنچانے کا حکم دیا۔

مقام او مبین از راہ تحقیر ؎ بدور انش رسولاں ناز کردند

پس مبارک ہیں وہ انسان کہ جنہوں نے اسکی دعوت حق پر لبیک کہی۔ اور پھر یہ لوگ تمام امم سابقہ سے بڑھ کر اس منعم حقیقی کے شکر گذار ہونے چاہئیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار بار شکر گذار ہوں کہ اسنے میری گذشتہ دو تین سال کی کوششوں کو ضائع نہیں فرمایا۔ بلکہ اس نور کو دیکھنے اور پہچاننے کی توفیق بخشی۔ فالحمد للہ الرحمن الرحیم۔

اس صدی کے مولوی اور علم القرآن

میں جب اسلامیہ کالجیٹ اسکول پشاور میں مڈل ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ تو قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنے کا اتفاق ایک نہایت قابل اور غیر متعصب مولوی صاحب جو کہ معلم دینیات تھے سے ہوا۔ گو سننے والے، اور پھر شکر یاد رکھنے والے بہت کم ہی طلباء تھے۔ مگر مولانا صاحب موصوف کا لکچر عموماً ایسا ہوا کرتا تھا۔ کہ بہت سے شائقین کے دلوں کو کھینچ لیتا تھا۔ اور طبیعتوں میں ایک خاص لطف پیدا کئے دیتا تھا۔ رات کو ہمیں ایک مولوی صاحب (جو کہ ہمارے اورینٹل کالج کے منتہی طالب علم تھے) نماز پڑھانے آتے اور بعد از قضائے نماز کچھ مسائل بھی بیان فرماتے۔ ایک رات مولوی صاحب مذکور نے کچھ زمینوں اور آسمانوں کی خلقت اور ہیئت پر از روئے قرآن کریم روشنی ڈالنی چاہی۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلا آسمان جو کہ چاندی کا بنا ہوا ہے۔ اسقدر موٹا ہے۔ کہ جتنا یہاں سے اس تک کا فاصلہ۔ اور دوسرا آسمان جو سونے کا بنا ہوا ہے۔ اتنا ہی جسامت میں بڑا ہے۔ جتنا کہ پہلا۔ اور پھر ایسے پانچ اور آسمان مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے بتلائے۔ اور فرمایا کہ وہ رات دن رہٹ کی طرح چکر میں رہتے ہیں۔ مولوی صاحب کی اس تقریر پُر از اسرار مخفی کو سنکر طبیعت میں کچھ اضطراب پیدا ہوا۔ اور دل نے خواہش کی۔ کہ قرآن کریم سے ایسی عجیب چیزوں کی حقیقت ضرور خود بخود معلوم کرنی چاہیئے۔ دوسری رات جناب مولوی صاحب نے زمین کے ساکن ہونے کے متعلق قرآن شریف سے دلائل دینے شروع کئے۔ اور آجکل کے حکماء پر بہت لعن طعن اور نفریں بھیجی۔ اور فرمایا کہ ان کا فلسفہ سراسر قرآن کے خلاف ہے۔ خدا تو قرآن میں فرماتا ہے۔ کہ ہمنے زمین تمہارے لئے بچھونا بنایا۔ بھلا ان عقل کے پوروں سے کوئی پوچھے کہ بچھونا ایسا بھی ہوتا ہے۔ جو کہ متحرک رہے۔ بچھونے کا لفظ ہی ایسا ہے کہ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ متحرک نہیں ہو سکتا۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا صاحب! کیا قرآن شریف کی دوسری آیت بھی آپکے مدعا کو ثابت کرتی ہے۔ وہ فرمانے لگے کہ کیا ایک بس نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ بس تو بے شک ہے۔ مگر آپ کا مدعا ثابت کرنے کے لئے قطعی طور پر ہرگز بس نہیں۔ مگر مولوی صاحب کے ان عجیب وغریب حکیمانہ دلائل سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ قرآن شریف کا مطالعہ کرنے لگا۔ مگر صرف سادے اور بے ربط ترجمے پر کچھ شکوک پیدا ہونے لگے۔ اور جب کبھی جماعت میں ان کو رفع کرانیکی کوشش کی۔ تو جناب مولانا عبید اللہ صاحب غزنوی جو کہ دینیات کے نائب معلم ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرماتے کہ دیکھو ایسی بے ادبی مت کرو۔ تم تو قرآن پر اعتراض کرتے ہو۔ اب تو بڑی مصیبت بنگئی۔ جو ہم شکوک کو رفع کرانے کی کوشش کریں تو وہ بے ادبی ہو۔ اور اگر ایسے شکوک کو دل میں ہی رکھیں تو ڈر ہے۔ کہ کسی خاص وقت کے بعد اسلام کو ہی خیرباد نہ کہنا پڑے۔ چنانچہ کچھ مدت تک تو اسی تردد اور اضطراب میں رہا۔ مگر کچھ قسمت الٰہی تھی اور مقدر میں اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی لکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ..... الایۃ

مسئلہ حیات و ممات مسیح ؑ

ہاں تو مجھے وہ دن کبھی نہیں بھولیگا۔ جب سے کہ قرآن کریم کو بغور مطالعہ کرنے کی خواہش از سر نو تازہ ہوئی۔ اور یہ اسطرح کہ ایک دن ہمارے مولانا صاحب مسئلہ حیات و ممات مسیح پر کچھ وضاحت سے فرمانے لگے۔ تین دن متواتر وہ اس مسئلہ اہم پر گفتگو فرماتے رہے۔ اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا کہ اگر حقیقت پوچھی جائے۔ تو قرآن کریم میں نہ تو حیات اور نہ ہی ممات مسیح کی کوئی صریح بیّن اور قطعی دلیل موجود ہے۔ سو نہ تو قائلین مماتِ مسیح کا حق ہے کہ وہ اپنے فریق کو برا بھلا کہیں اور نہ ہی قائلین حیات مسیح کا کوئی حق ہے کہ وہ اپنے مخالفین پر برا بھلا کہیں۔ اتنے میں ہمارے ایک دوست مرزا سعد اللہ جان احمدی بول اٹھے۔ کہ مولانا صاحب! ہمارے پاس تو قرآن مجید کی بہت سی آیات ہیں۔ جو ممات مسیح پر قطعی دال ہیں۔ مگر آپ تو کم از کم مان گئے کہ آپکے پاس حیات مسیح پر قرآن شریف کی کوئی ایسی آیت نہیں۔ جو قطعی طور پر دلالت کرے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے دوست نے بات تو معقول کی مگر ان کی تو کسی ایک نے بھی نہ سُنی۔ اور سب طلباء ان کی طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ جس کی اور کوئی وجہ نہ تھی۔ بغیر اسکے کہ وہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کے انکے نزدیک مصداق تھے ؛

حیات مسیح کا فلسفیانہ ثبوت اور مجھ پر اسکا اثر۔

مولانا صاحب موصوف نے دوران لکچر میں فرمایا کہ ایک دفعہ انہیں کسی احمدی سے حیات و ممات مسیح پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ احمدی نے مولانا صاحب سے سوال کیا کہ اگر یہ فرض کرلیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اس جسد عنصری کے ساتھ موجود ہیں تو وہ وہاں کھاتے کیا ہیں اور پیتے کیا ہیں۔ اور نماز پڑھتے وقت منہ کس طرف کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مولانا صاحب موصوف نے جیسا کہ وہ خود فرماتے تھے۔ پہلے علوم جدیدہ کے مطابق آسمانوں کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ اور سبع سموات سے سات ستارے جو کہ فضا میں ننگی نظر سے دیکھے جاتے ہیں مراد لئے۔ اور فرمایا کہ جب وہ بھی ہماری زمین کی طرح کُرے ہیں تو کچھ عجب نہیں کہ وہاں بھی آبادی ہو۔ اور خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مشتری یا زحل یا کسی اور کُرے میں اٹھالیا ہو۔ اور وہ ابتک وہاں زندہ موجود ہوں۔ مگر افسوس ان کو اتنا خیال نہ آیا کہ زندگی کے لئے برودت کی ضرورت ہے۔ اور ان کُروں میں ہوائی زمین کی برودت نہیں۔ تو وہاں زندگی کیسے ممکن ہے۔ پھر مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب خدا ہر چیز پر قادر ہے تو کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں تک نہیں لیجا سکتا۔ مگر مجھ پر تو حضرت مولوی صاحب کی اس حکیمانہ دلیل کا کچھ اور ہی اثر پڑا۔ اور جس بات سے وہ خدا کی قدرت ہر اک چیز پر ثابت کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ وہ بدقسمتی سے انکے عجز پر گواہی دے رہی تھی۔ یعنی خداوند تعالیٰ زمین پر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے بچا نہ سکا۔ مگر اسنے ان کے ڈر سے اس کو اُوپر ہی اٹھالیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے مرسلین میں سے پہلے یا بعد میں جنکو کہ اُسنے دشمنوں کے ہاتھ سے بچانا چاہا۔ تو ان کو زمین پر ہی محفوظ رکھا یا اُوپر اٹھالیا۔ یا یہ سلوک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص طور پر کیا گیا۔ کیا اسکے لئے کوئی دلیل ہے۔ پھر مولوی صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے اُس احمدی کو یہ بھی کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصف حصہ پدری تو ملک تھے اور نصف حصہ مادری انسان۔ سو جب تک ان پر انسانیت غالب رہی وہ زمین پر رہے۔ اور جب ملکیت غالب ہوگئی۔ تو وہ آسمانوں پر چڑھ گئے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو ایک مسلمان عالم کے مُنہ سے ہرگز نہیں نکلنے چاہئیں۔ خداوند تعالیٰ تو اسے بشر اور انسان بنائے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اور جناب مولوی صاحب ان کو نصف انسان اور نصف ملک۔ کیا مثیل آدم ایسے ہوتے ہیں۔ غرضیکہ ان دلائل سے جو کہ مولانا صاحب نے حیات مسیح علیہ السلام پر دئے۔ اصل حقیقت تو معلوم ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ واقعی مولانا صاحب کا یہ فرمانا بجا تھا کہ قرآن مجید میں قائلین حیات مسیح علیہ السلام کے پاس کوئی قطعی آیت نہیں۔ جو ان کے مطلب پر دلالت کرے۔

ایک منصف مزاج مولوی صاحب سے گفتگو

جب میں دِل کے یہ دلائل جماعت میں سُنکر جاتا۔ تو ان کو اپنے مکرم سپرنٹنڈنٹ جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب ہیڈ عربک ٹیچر سے بیان کرتا وہ جو اپنی عادت مستمرہ کے خاموش رہتے۔ اور بعض اوقات ہنس دیتے۔ ایک دن وہ فرمانے لگے۔ کہ میں تم کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ مذہب میں جو اختلاف کہ پیدا ہوا ہے۔ اور خصوصاً ہندوستان میں۔ وہ محض عربی زبان سے ناواقفیت کا ہی نتیجہ ہے۔ اور پھر قرآن مجید کو بغور نہ پڑھنے کی یہ سزا ہے۔ مجھے فرمانے لگے کہ عربی سیکھ لو۔ اور قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور وقتاً فوقتاً خدا سے دعا مانگا کرو۔ آہستہ آہستہ سب مشکلات دُور ہو جاوینگے۔ میں مولانا صاحب موصوف کا بہت ہی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے کلاس کے وقت کے علاوہ بھی عربی پڑھانے کا وعدہ فرمایا اور نہایت محنت اور جانفشانی سے اپنے وعدے کو پورا فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ؛

پھر انھوں نے پارہ عم بھی خاص طور پر پڑھایا۔ کیونکہ فرماتے تھے۔ کہ یہ ذرا قرآن شریف کا مشکل حصہ ہے۔ اور مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے نہایت خوبی کے ساتھ پڑھایا۔ اور مجھے ہمیشہ قرآن کریم کو بغور مطالعہ کرنے کی تاکید فرماتے رہے۔ ایک دن میں نے مولوی صاحب سے جبکہ میرے دوست غلام قادر خان کھرل بھی موجود تھے عرض کیا کہ جناب عالی میں نے قرآن میں بہت سی آیات شریف دیکھی ہیں کہ جن میں لفظ "توفی" کا استعمال کسی نہ کسی طرح سے ہوا ہے مگر وہاں تو معنی بغیر موت کے اور کچھ چسپاں نہیں ہوتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر "تو فیک" اور "توفیقنی" میں۔ ..... مولوی صاحب نے فرمایا میں سمجھ گیا۔ اور تم تسلی رکھو کہ یہاں بھی بغیر موت کے اور کوئی معنے درست نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے ان مقامات کو وضاحت سے بیان فرما دیا۔ اور مدت سے جو دل میں کھٹکا لگا رہتا تھا اسکی تسلی ہو گئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اتنا میں نے وہاں ہی عرض کیا کہ یہ عقیدہ تو حضرت مرزا صاحب نے ہی دنیا میں پیش کیا ہے۔ وہ فرمانے لگے کہ کون کہتا ہے کہ انہوں نے اس بارہ میں غلطی کی۔ اور یہ عقیدہ تو پہلے بھی محقق علمائے امت میں چلا آتا ہے۔

میرا شوق تحقیق اور مسئلہ احمدیت

اب دل میں کچھ اور امنگیں پیدا ہونے لگیں۔ خیال آیا کہ آخر دنیا میں دیانتداری بھی تو کوئی چیز ہے۔ جب ایک شخص کسی بڑی بات کے اظہار اور تحقیق میں درست ہے تو ممکن ہے کہ انکے باقی اصول بھی حق پر ہی مبنی ہوں ہر ایک شخص صریح جھوٹ کو قبیح جانتا ہے۔ بشرطیکہ وہ انسان ہو۔ اور حتی الوسع اس سے گریز ہی کرتا ہے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص پکار پکار کہ ہماری بہتری اور بھلائی کے لئے کچھ کہہ رہا ہو۔ اور اسکو اسی لئے نہ سنا جاوے کہ ممکن ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے۔ وہ جھوٹ ہی ہو۔ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اسکو ٹھنڈے دل سے پہلے سن لیا جائے۔ اور پھر قوانین قدرت کے ماتحت اپنی ضمیر کو حاضر کر کے اور کسی خاص مقرر کردہ معیار الٰہی سے اس کی بات کو تولا جائے۔ تو پھر جھوٹ اور سچ میں خود بخود تمیز ہو جائیگی۔

چنانچہ میں نے اسی اصول کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کی دعاوی کی تحقیق شروع کی۔ اور سب سے پہلے جو کتابیں مجھے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ وہ ایسی کتابیں تھیں۔ جو کہ حضرت صاحب کے مخالفین کی تصانیف تھیں جو مسئلہ زیر بحث میں مدعا علیہم ہیں۔ میں نے کوئی پانچ کتابیں مختلف مضمونوں کی دیکھیں مگر ہر ایک کتاب کا کوئی صفحہ ایسا نہیں تھا کہ جس میں گالیاں اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں ان کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کی طرف نہ منسوب کی گئی ہوں۔ تعجب ہے کہ مدعا علیہم میں جو فریق اہل حق ہونے کا دعوے اکر کے ایسے ایسے اخلاق کا اظہار کرتے ہیں تو وہ کیسے اہل حق ہیں۔ اہل حق کے اخلاق سے یہ امید ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ وجادلھم بالتی ھی احسن کے اصول زرین کو چھوڑ دیں۔ اور تخلقوا باخلاق اللہ کی آئینہ دار کریں۔ کیا اہل حق سے یہی امید ہو سکتی ہے؟ مجھے اس طرز خطاب سے نفرت ہوئی۔ ہاں ایک کتاب سیف چشتیائی جو کہ جناب پیر مہر شاہ صاحب گولڑوی کی تصنیف کہلاتی ہے۔ اسمیں کسی قدر معقولیت سے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر مجھے پڑھ کر افسوس ہوا کہ انہوں نے "بل" کی تشریح کے لئے اسقدر کتابوں کی نقل کرنے میں کیوں بیفائدہ وقت ضائع فرمایا۔ اور منطقی دلائل پر آئے۔ تو جان بوجھ کر مغالطہ دینے کی کوشش فرمائی ..... ان کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ اپنی طرف سے جو دلیل دیں۔ وہ آیت قرآنی کا مطلب ہی بگاڑ دے۔ یہ سوفزم (Sophism) یعنے جان بوجھ کر دھوکا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ اب دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ اب مدعی اور اس کی جماعت کا بھی بیان سن لیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کے اکثر مریدین پر مخالفین علماء کے اعتراضات کو پیش کرتا۔ اور پھر ان کے جواب سنتا۔ چنانچہ اسی ذیل میں مجھے اپنے بھائی قاضی عبدالخالق صاحب احمدی سے بھی ایبٹ آباد میں گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ اور مزید تحقیق کے لئے کئی ایک اور احمدیوں سے بھی پالا پڑا۔ اور پھر جب اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوا تو برادرم عبدالقیوم صاحب احمدی کی وساطت سے اخویم مکرم جناب قاضی محمد یوسف صاحب احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ میری دعا ہے۔ کہ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے میرے ہر اک اعتراض کا نہایت تسلی بخش جواب دیا۔ اور میرے تمام شکوک جو مدت سے دل میں جگہ کئے ہوئے تھے۔ دفع ہوئے۔ اور جاتے وقت وہ مجھے ایک کتاب ٹیچنگز آف اسلام دے گئے۔ اس چھوٹی سی کتاب کو پڑھ کر جو میرے لطف اٹھایا وہ میں ہی جانتا ہوں حضرت مسیح موعود کی سچائی کے لئے تو بس یہی ایک کتاب ہی کافی تھی۔ مگر مزید علم کے لئے اور بھی خواہش ہوئی کہ کچھ اور کتابیں بھی پڑھ لی جائیں۔ اور وقتاً فوقتاً مجھے کتابیں روانہ فرماتے رہے۔ اور میں پڑھتا رہا۔ مخالفین کی کتابیں تو پڑھی ہی ہوئی تھیں۔ مگر خود مسیح موعود کی تصانیف پڑھنے سے حقیقت کھل گئی۔ اب علانیہ بیعت میں داخل ہونے کے لئے اور تو کوئی چیز مانع نہیں تھی مگر میری اپنی اخلاقی کمزوری۔

اظہار حق اور اسکے نتائج

اب میرے دل میں آیا کہ حضرت صاحب کے دلائل کا جواب علماء مخالفین سے دریافت کروں تاکہ مزید تسکین اور تحقیق کا باعث ہو۔ پس جبکہ مجھے گرمی کی رخصتوں میں گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو اول اپنے والد بزرگوار سے جو کہ ہزارہ میں مشہور عالم ہیں۔ ڈرتے ڈرتے کچھ باتیں دریافت کرنے کی جرأت ہوئی۔ چونکہ وہ میرے والد ماجد تھے۔ اور میرے لئے مقام ادب۔ اسلئے مجھے ان سے نہایت آزادی کے ساتھ گفتگو کا موقع نہیں ملا۔ اور ان کے غصہ کے سامنے میرا خون خشک ہو جاتا۔ پھر اسکے علاوہ اگر کوئی اور مولوی صاحب مل جاتے۔ تو ان سے بھی ان مسائل پر تحقیق کرتا۔ چنانچہ کئی دفعہ مجھے جناب خان صاحب محمد خان رئیس سے جو کہ پکے اہل حدیث اور فہیم آدمی ہیں۔ گفتگو کا موقع ملا مگر ان کا تو یہ حال پایا کہ جو بات خلاف عقائد خود پاتے خواہ کتنی ہی ایسی کیوں نہ ہوتی۔ ان کے حلق سے نہیں اترتی تھی۔ مگر بن مزور لیتے تھے۔ اور اسی طرح جناب قاری حافظ میر عبداللہ خان سے بھی اکثر اوقات اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ مگر جب دلائل لانے سے عاجز رہ جاتے۔ تو یہ کہکر جان چھڑا لیتے۔ کہ سلف صالحین کا اس بات پر اجماع نہیں۔ اور انکار کر جاتے۔ پس لاتسلم کا کوئی علاج نہ تھا۔ مگر میری گفتگو کا خان صاحب پر اتنا اثر ضرور ہوا۔ کہ وہ کچھ تشدد کا اظہار فرمانے لگے اور اس فکر میں لگ گئے کہ کسی قابل مولوی صاحب کو بلوا کر اس سے گفتگو کرائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے جناب مولوی عبدالمجید صاحب ساکن ٹھنڈیاں کو دعوت دی۔ اور وہ تشریف لائے۔ مولوی صاحب موصوف اہل حدیث ہیں۔ اور ایک اچھے سمجھدار اور فہیم عالم گنے جاتے ہیں۔ مجھے مولوی صاحب سے گفتگو کے واسطے خان صاحب نے دعوت دی۔ اور کہا کہ اب ہمارے سامنے مولوی صاحب سے گفتگو کرو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حیات اور ممات پر مباحثہ

مولانا صاحب نے گفتگو شروع کرنے سے پہلے بڑی لمبی چوڑی تقریر فرمائی۔ اور سامعین سے درخواست کی۔ کہ وہ دعا کریں کہ مولوی صاحب مجھے صحیح صحیح جواب دے سکیں۔ ممات مسیح پر گفتگو اسی طرح ہوئی جسطرح کہ احمدی غیر احمدیوں سے کرتے ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے عرض کیا۔ کہ چونکہ بحث حیات و ممات مسیح علیہ السلام پر ہے۔ اس لئے ہمیں بحث اسی طریق مسنونہ سے کرنی چاہیئے۔ کہ جسطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں کی تھی۔ اگر ہم وہی اصول مدنظر رکھینگے تو مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ مولوی صاحب کو اس واقعہ کی طرف توجہ مبذول فرمانے کے لئے درخواست کی گئی۔ جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور وفد نجران کے درمیان پیش آیا تھا۔ یعنے جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے ثبوت میں دلائل لانے سے عاجز رہ گئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند اصول حضرۃ مسیح کی الوہیت کی تردید میں پیش کئے تھے۔ ان کے مقابل بعض خصوصیات متعلقہ بذات مسیح کو لے کر اڑ بیٹھے کہنے لگے اچھا اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں تو بتاؤ کس کا بیٹا ہے۔ اسکے جواب میں یہ آیۃ مجیدہ نازل ہوئی

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم ..... الآیۃ

پھر نجران والوں نے کہا کہ کیا عیسیٰ کلمۃ اللہ نہ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ کلمۃ اللہ تھے۔ انہوں نے کہا۔ بس ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ تو متشابہات کی پیروی ہے۔ اور اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت مجیدہ نازل فرمائی

فاما الذین فی قلوبھم زیغ .. .. الخ

سو میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ خیال فرمالیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے استدلال کرکے چند اصولی امور ان کے سامنے پیش کئے۔ جن سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ محض بشر رسول تھے۔ اور خدا نہ تھے۔ اسکے مقابل نجران والوں نے ان اصولوں کی تردید تو نہ کی۔ مگر چند خصوصیات (متشابہات) کی آڑ میں پناہ لینے کو غنیمت سمجھا۔ اور اصول کے بالمقابل جو خصوصیات کو پیش کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تتبع متشابہات فرمایا ہے۔ سو ہمیں اصول و قوانین کے تحت میں متشابہات اور خصوصیات کو رکھنا چاہیئے۔ اسقدر کہنے کے بعد میں نے ان کے سامنے ایک اصول فیھا محکمات وفیھا متشابھات و منھا تخریجون پیش کیا۔ اور مولویصاحب سے عرض کیا کہ ایک اصول ہے۔ اسکے مقابل آپ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے کوئی اصول پیش فرمائیں۔ اگر کوئی خصوصیت پیش فرمائینگے۔ تو وہ تتبع متشابہات میں داخل ہوگا مولوی صاحب خدا کی قدرت دم بخود رہ گئے۔ اور آخر کار جو اصول اسکے مقابل وہ لائے۔ وہ یہ تھا۔ کہ وھو حی فی السماء۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب یہ اصول بطور وحی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تو نہ اترا تھا یہ آپ کہاں سے لائے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ صحیح حدیث ہے۔ اور ہمارا اسکے ساتھ ایمان ہے (حالانکہ ان ہی کے تسلیم کردہ صحاح حدیث میں ایسی کوئی حدیث موجود نہیں ہے) بس مولوی صاحب تو بغیر اسکے اور کچھ نہ فرمانے غصہ کھاتے اور آنکھیں نکالتے۔ مگر کچھ بن نہ آتی۔ حالانکہ وہ اگر کچھ کہنا چاہتے تو بہت کچھ کہہ سکتے تھے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سامعین کی دعا مولوی صاحب کے حق میں قبول نہیں ہوئی تھی۔ اسی لئے خدا نے ایسا سکوت عطا فرمایا گویا فبھت الذی کفر کا نظارہ تھا۔

آخر کافر کا خطاب مل گیا۔

پھر تیسرے روز میں کالج چلا آیا اور عوام کالانعام میں طرح طرح کی باتیں میرے متعلق مشہور ہوگئیں۔ اور جب اس واقعہ کی خبر قبلہ ام والد بزرگوار کی خدمت میں پہونچی تو بہت ناراض ہوئے اور ان سے مجھ کو وہی خطاب ملا جو اہل حق کو ملا کرتا ہے یعنی کافر قرار دیا گیا۔

خدا تعالےٰ نے مسلمان بنایا

جب مجھے کافر بنایا گیا تو مجھے ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ بیعت میں اضطراب بھی پیدا ہوا۔ کھرا ہمٹ نے آگھیرا۔ اسی حالت میں میں نے سورہ کہف پڑھ کر نہایت عاجزی سے بدرگاہ الٰہی درخواست کی۔ کہ اے رب ذوالمنن تیرے فضل و احسانات تو عام ہیں۔ اور غیر محدود ہیں۔ گو میں اپنے آپ کو اپنے بیشمار گناہوں کی وجہ سے مستحق تو نہیں سمجھتا مگر آرزومند ضرور ہوں کہ مجھے حق کی راہ دکھائی جائے۔ آہا۔ ہم عاجز انسان اس خدائے وہاب کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ میں جب اسی حالت میں سو گیا۔ تو مجھے ایک شخص نظر آیا کہ میرے سامنے ہاتھ میں قرآن لئے کھڑا ہے۔ اس نے ورق گردانی شروع کی۔ جب ختم کرنے کے قریب آیا۔ تو مجھے سرخی سے نہایت موٹے الفاظ میں کہیں "احمد" اور کہیں "غلام احمد" لکھا ہوا دکھائی دیا۔ بس میں چونک پڑا اور آنکھ کھولکر دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ فالمنۃ للہ۔ گو دلائل کی رو سے وفات مسیح ناصری علیہ السلام اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کا یقین تو ہو ہی چکا تھا۔ مگر اس رویائے صادقہ نے اس کی تصدیق پر کامل مہر کر دی۔ پھر میں نے زیادہ تامل نہ کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعود کی بیعت کرلی۔ اور اقرار کیا کہ آج سے میں گذشتہ گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرتا ہوں۔ اور سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ خداوند تعالیٰ کا فرمانبردار بنوں گا۔ حتی الوسع دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی سعی کروں گا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے اور آپ کے اسوہ حسنہ اور سنت پر عامل بننے کی کوشش کروں گا۔

ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین۔

خاکسار قاضی مظہر الحق احمدی۔ از اسلامیہ کالج پشاور

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں ایم قاسم علی نے چھپوا کر فاروق منزل سے شائع کیا)